عصر حاضر کے معاشی مسائل اور ان سے متعلق قرآن کی رہنمائی

عبدالعظیم اصلاحی

معاش کا مسئلہ عصر حاضر میں انسان کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے، لیکن یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کسی نہ کسی شکل میں ابتداء سے انسان کے ساتھ وابستہ رہا ہے اور اس کے اندر آمتحان کی گنجائش بھی بہت رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں حضرت آدمؑ کو کھانے پینے رہنے سہنے اور گھومنے پھرنے کی ہر طرح کی آزادی عطا کی تھی بس ایک درخت کے پھل کھانے سے منع کیا تھا لیکن ان سے یہ غلطی سرزد ہوگئی [۱]، اس کے نتیجہ میں کھانے کے ساتھ ستر پوشی کی ضرورت کا احساس بھی پیدا ہوگیا اور جب زمین پر اتارے گئے ہونگے تو سر چھپانے کی ضرورت بھی محسوس ہوئی ہوگی۔ غرضیکہ وہ دن اور آج کا دن معاشی مسائل گوناں گوں شکلیں اختیار کرتے رہے اور انسان ان کو حل کرنے کی کوشش میں لگا رہا، لیکن انسان کا بنیادی مسئلہ ہر دور میں یہی رہا ہے کہ اس کو اس عالم آب وگل میں زندگی گذارنے کے لیے جن مختلف اشیاء کی ضرورت ہے ان کی پیداوار کیسے ہو اور جب پیداوار حاصل ہو جائے تو ان کی تقسیم کیونکر ہو۔

اگر آپ کسی شخص سے دریافت کریں کہ آج کے بنیادی معاشی مسائل کیا ہیں؟ تو وہ آسانی سے ایک طویل فہرست پیش کردے گا۔ لیکن علماء معاشیات کے نزدیک ان سارے مسائل کو دو بڑے خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پیداوار اور تقسیم۔ انسان کے سارے معاشی مسائل کسی نہ کسی طرح انہی میں سے کسی ایک سے جڑے ہوئے ہیں۔ انسان نے ہر دور میں انہی دو بنیادی معاشی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک چھوٹے سے مقالہ میں یہ ممکن نہیں کہ ان تمام معاشی مسائل سے متعلق جو آج ہمیں درپیش ہیں قرآن کی فراہم کردہ تفصیلی رہنمائی پر الگ الگ گفتگو کی جائے۔ اس کی لیے گئ

دفتر درکار ہونگے۔ اس لیے ہم اپنی تحریر کو معاشیات کے مذکورہ بالا دو بنیادی مسائل- پیداوار اور تقسیم- تک محدود رکھیں گے اور آخر میں معاشی مسائل کے قرآنی حل کی خصوصیات کے ذکر پر اس مضمون کو ختم کریں گے۔

یہ بات آغاز ہی میں ذکر کردینی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کتاب الٰہی انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہے۔ قرآن پاک کے شروع ہی میں ارشاد ہوا "ھُدیً لِلْمُتَّقِیْن" (سورہ بقرۃ ۲/۲) یعنی یہ ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لیے۔ یہ کوئی معاشیات کی کتاب نہیں ہے۔ اس کے اندر معاشی فلسفے اور تجزیے تلاش کرنا شاید سعی غیر مشکور ہو۔ البتہ معاشی مسئلہ انسان کا بنیادی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس باب میں بھی قرآن نے کچھ اہم تعلیمات، ضروری ہدایات اور بعض کلیدی اصول دیے ہیں تا کہ ان کی روشنی میں انسان اپنی عقل کو کام میں لاکر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اس کو حل کرے۔ اسی طرح معاشی تعلیمات اسلام اور قرآن کا ایک جزء ہیں، کل نہیں۔[۲]

اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں راقم سطور کے نزدیک قرآنی ہدایات کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ جن امور کو انسان فطری طور پر انجام دیتا ہے اس کے متعلق کم اور جن باتوں سے گریزاں ہوسکتا ہے ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں معاشی مسائل سے متعلق نظر آتی ہے۔

جہاں تک پیداوار کا تعلق ہے تو وہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس کے لیے عمل اور تگ و دو انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی سلسلہ میں مطلوب و مناسب اشیاء کا انتخاب کرنا، اس کے لیے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا، کم خرچ و بالا نشین نسخے ایجاد کرنا یہ سب اس کی عقل مندی کا تقاضا ہے اس لیے ان چیزوں کو اس کے اوپر ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ پھر بھی ابتغاء فضل اللہ پر زور دیا گیا ہے تا کہ انسان توکل کے غلط تصور کو اپناتے ہوئے کہیں اس کے لیے سعی ترک نہ کردے، چنانچہ ارشاد ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ.	پھر جب نماز ختم ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

(سورۃ الجمعۃ ۱۰/)

حج کے عالمگیر سالانہ اجتماع کے موقع پر اور زندگی میں صرف ایک بار فرض اس اہم عبادت کے دوران بھی معاشی عمل کی اجازت دی گئی:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ..... (سورة البقرة/۱۹۸)

تم پر کوئی حرج نہیں کہ (حج کے دوران) تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو.....

سورۃ المزمل آیۃ ۳۰ میں ابتغاء فضل اللہ کے لیے زمین میں دوڑ دھوپ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ آیا ہے۔

یاد رہے کہ تلاش معاش کے لیے جدو جہد کے لیے قرآن "اِبتغاء فضل الله" (فضل خداوندی کی تلاش) کی اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے جو اس طرح کی سرگرمی کے لیے نہایت اعلیٰ و قابل احترام تعبیر ہے۔

کچھ علماء اسلام نے مختلف صنعتوں کو فرض کفایہ قرار دیا ہے[۳] کہ ان پر زندگی اور عبادات کا انحصار ہے۔ اسی طرح قرآن کی بعض آیات سے بجا طور پر یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ حرام و مضر اشیاء کی پیداوار نہ ہو اور پیداواری عمل میں بھی اسراف و تبذیر سے پرہیز ہو۔ بعض اوقات میں مثلاً نماز جمعہ کے لیے اذان ہو جائے تو سارے کاروبار بند کر دیے جائیں، عامل کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ماہرین معاشیات نے عموماً چار عواملِ پیدائش قرار دیے ہیں:[۴] زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم، قرآن پاک نے مختلف آیتوں میں یہ بات یاد دلائی ہے کہ یہ وسائل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عطا کردہ ہیں اس لیے وہی شکر و سپاس کا مستحق ہے اور اس لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ پیداواری عمل میں اس کے احکام کی پابندی ہو۔ یہی نہیں کہ اس نے یہ عوامل پیداوار مہیا کیے ہیں بلکہ قرآن پاک میں بار بار یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ اس پیداواری عمل میں توفیق الٰہی مستقل شامل رہتی ہے۔ حق یہ ہے کہ کسی چیز کی پیداوار میں انسانی عمل سے زیادہ قدرت کے لطف و عنایات کا دخل ہوتا ہے:

سورۃ الواقعہ میں ارشاد ہے:

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ. أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ. لَوْ نَشَاء لَجَعَلْنَاهُ حُطَاماً فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ. إِنَّا لَمُغْرَمُونَ. بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ.

(سورۃ الواقعۃ/۶۳-۶۷)

کیا کبھی تم نے سوچا کہ یہ جو تم کھیتی کرتے ہو کیا تم اس سے فصل اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے بھس بنا کر رکھ دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر تو چٹی پڑ گئی ہے۔ بلکہ ہمارے تو نصیب ہی پھوٹے ہوئے ہیں۔

سورۃ البقرہ آیت ۲۹ میں ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِىْ الأَرْضِ جَمِيْعاً.

وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

سورۃ ابراہیم میں اور تفصیل سے معاشی مقاصد کے لیے قدرتی وسائل پر روشنی ڈالی ہے:

اللّهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِىْ الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الأَنْهَارَ. وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ۔

(ابراہیم/۳۲-۳۴)

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ تمہارے رزق کے لیے پھل نکالے اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا تاکہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے مفاد میں ایک دستور پر قائم کر دیا کہ مسلسل گردش کرتے رہیں۔ اور شب و روز کو تمہارے لیے ایک قانون کا پابند کیا اور جو بھی تم نے مانگا اس کو ہم نے عطا کیا، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔ بے شک انسان بڑا حق تلف اور ناشکرا ہے۔

سورۃ الحدید آیت ۲۵ میں فولاد جیسی مفید و ضروری چیز کے عطا کرنے کا ذکر ہے۔

وَأَنزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ ...... الآية (اور ہم نے فولاد اتارا جس کے اندر بڑی طاقت ہے اور لوگوں کے لیے اس میں طرح طرح کی منفعتیں ہیں......)

سورۃ عبس ۲۴-۳۲ میں ارشاد ہے:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَى طَعَامِهِ. أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبّاً. ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقّاً. فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبّاً. وَعِنَباً وَقَضْباً. وَزَيْتُوناً وَنَخْلاً. وَحَدَائِقَ غُلْباً. وَفَاكِهَةً وَأَبّاً. مَّتَاعاً لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ۔

ذرا انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے فراوانی سے پانی برسایا، پھر زمین کو پوری طرح پھاڑا پھر ہم نے اس سے اناج اگایا، انگور اور ترکاریاں، زیتون اور کھجوریں، گھنے باغات اور پھل اور چارے اگائے جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے زندگانی بسر کرنے کا سامان ہیں۔

اسی طرح کا مضمون سورۃ الحجر آیات ۱۹-۲۲، سورۃ النحل آیات ۱۰-۱۸، سورۃ السجدۃ آیت ۲۷ اور دیگر بہت سے مقامات پر آیا ہے۔ ان سارے مقامات پر انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ فاطر فطرت نے کس طرح وسائل پیداوار فراہم کیے اور کس طرح وہ اب بھی پیداواری عمل میں اس کا ایک فعّال کردار ہے۔ اگر انسان کے اندر یہ بات ہمیشہ مستحضر رہے تو اس کا اس کے معاشی رویہ پر نہایت گہرا اثر پڑے گا جو اس شخص سے مختلف ہوگا جو ان حقائق کو فراموش کیے رہتا ہے۔

یہ بات کہ پیداواری عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعنایت کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے اس کو قرآن میں بار بار یاد دلانے کے تین اہم مقاصد ہین۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی قدرت وحکمت اور حشر ونشر کی یاد تازہ ہوتی رہے کہ اسی پر انسان کی ہدایت کا دارومدار ہے۔

اس مضمون کی آیات کے لیے درج ذیل مقامات ملاحظہ ہوں:

البقرہ/۱۴۶، الحج/۵، الملک/۱۵، الزمر/۲۱، النمل/۶۱ وغیرہا۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کو یاد کرکے انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بنے، ناشکری و نافرمانی نہ کرے۔ اس مضمون کی آیات کے لیے ملاحظہ ہو:

سبا/۱۵، الواقعۃ/۶۳-۷۰، یٰسین/۳۳-۳۵، البقرۃ ۱۷۲/۲، الأعراف/۱۰، النحل/۱۴، قریش/۴ وغیرہ۔

اور تیسرا اہم مقصد جس کا تعلق براہ راست انسان کی معاشی زندگی سے ہے وہ یہ ہے

کہ انسان اس پیدوار میں اس حقیقی مگر غیر مرئی عامل کا حق بھی ادا کرے جس کی توفیق و تائید کے بغیر اس کا سب کیا دھرا اپڑارہ جائے۔ صاحب کاروبار زمین کے استعمال پر لگان، مزدور کو اجرت، سرمایہ فراہم کرنے والے کو آمدنی میں سے کچھ حصہ ادا کر کے بقیہ ساری پیداوار بطور نفع خود لے لیتا ہے۔ دست قدرت کی شرکت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس پیداوار میں اللہ تعالیٰ کے حصہ کو فراموش نہ کیا جائے یا بالفاظ دیگر اس میں اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ حقوق و واجبات کو فراخ دلی کے ساتھ پورا کیا جائے۔ سورۃ البقرہ آیت ۲٦۷ میں ارشاد ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ......الآیۃ (اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمایا ہے اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں......)

سورۃ الانعام آیت ۱۴۱ میں ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَیْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفاً أُکُلُهُ وَالزَّیْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهاً وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ کُلُواْ مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُواْ حَقَّهُ یَوْمَ حَصَادِهِ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.

وہی ہے جس نے پیدا کیے باغات ٹٹیوں پر چڑھے ہوئے اور بے چڑھے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن کے پھل مختلف ہیں او رزیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور جدا جدا بھی ۔ کھاؤ اس کے پھل جب وہ پھل لائیں اور ادا کرو اس کا حق اسی دن جب ان کی فصل کاٹو، اسراف نہ کرو۔ بیشک اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

عصر حاضر میں جو ہمارے معاشی مسائل بڑھتے جارہے ہیں ان کے تین بڑے اسباب یہی ہیں۔ طغیان وسرکشی، ناشکری اور کفران نعمت اور ظلم وحق تلفی۔ انسان کے سامنے بار بار یہ منظر پیش آتا ہے کہ مردہ زمین کے اندر ڈالے گئے سخت بیج سے اکھوا نکلتا ہے، پھر وہ لہلہاتا ہوا پودا بن جاتا ہے، بڑھتا ہے، پکتا ہے اور پھر چور چور ہو کر پہلی سی حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ **کَمَثَلِ غَیْثٍ أَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرّاً ثُمَّ یَکُونُ حُطَاماً ......** (الحدید ۲۰) (اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش ہو جس کی پیداوار کاشت کار کو خوش کردے، پھر

پک جائے اور تمہیں زرد نظر آنے لگے، پھر چورا چورا ہو کر رہ جائے)۔ کُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ إِنَّ فِيْ ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى ...... (طٰہٰ/۵۴) (کھاؤ اور چراؤ اپنے مویشیوں کو۔ بے شک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے)۔

مگر اس سے انسان کم ہی یہ سبق لیتا ہے کہ اس طرح اسے بھی زندہ کیا جائے گا يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ...... (سورۃ الروم/۱۹) اور اپنے کیے دھرے کا حساب دینا ہوگا۔ فینبأکم بما کنتم تعملون (پھر وہ بتائے گا تمہیں جو تم کرتے رہے ہو)

بلکہ تعجب سے پوچھتا ہے قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ...... (سورۃ یٰسین/۷۸) (بھلا وہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ کیسے زندہ کرے گا) سمجھتا ہے کہ چاہے جو کرے وہاں بھی اسے چین ہی چین ہوگا۔ إن لی عندہ للحسنیٰ (سورۃ فصلت/۵۰)

اور جب آخرت کا یقین دل سے معدوم ہو جائے تو استحصال، ناانصافی اور معاشی ظلم و زیادتی پر لگی اندر کی روک ختم ہو جاتی ہے۔ انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیداواری عمل کی جو سہولتیں عطا کی ہیں اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ پیداوار کے حصول کے بعد غیر مومن اوراکڑنے لگتا ہے۔ كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَى. أَن رَّآهُ اسْتَغْنَى (العلق/۶-۷) سمجھتا ہے کہ اس کی اپنی کرشمہ سازی ہے إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِندِيْ (القصص/۷۸)۔

پھر وہ اس میں بندگان خدا کے حقوق پہچاننے کے بجائے کہتا ہے: أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ (یٰسین/۴۷) وہ اپنے نفع کو برقرار رکھنے کے لیے فاضل پیداوار کو غرقاب کر دینا پسند کرتا ہے لیکن قحط سے دوچار بندگان خدا میں اسے تقسیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف جو ان باتوں کو ملحوظ رکھتا ہے اس کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہو جاتا ہے۔

رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ. (الاحقاف/۱۵)	اے میرے رب مجھے موقع عطا فرما کہ میں تیرا شکر ادا کروں اس نعمت کا جس سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا ہے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں عمل صالح کروں۔

اگر عصر حاضر کا انسان اپنے پیداواری عمل میں ان تین امور کو ملحوظ رکھے تو موجودہ معاشی مسائل آدھے سے زیادہ خود بخود حل ہو جائیں اور بقیہ آدھے مسائل کو تقسیم سے متعلق قرآنی ہدایات پر عمل کر کے حل کیا جا سکتا ہے۔ آیئے دیکھیں اس سلسلہ میں قرآن ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔

معاشیات کے دوسرے اہم مسئلہ تقسیم کے سلسلہ میں اسلام شرکاءِ عمل پیدائش کو اختیار و آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ باہمی رضا مندی سے اپنے حصے طے کر لیں۔ البتہ اس میں عدل کا خیال رہے۔ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (المائدۃ/۸) فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (المائدۃ/۴۲) معاملات میں سیر چشمی سے کام لیا جائے وَلاَ تَنسَوُاْ الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (سورۃ البقرۃ/۲۳۷) احسان بھی ملحوظ رہے إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (المائدۃ/۱۳) استحصال سے پرہیز ہو۔

تقسیم کی یہ قسم جو کاروباری عمل میں شریک عوامل پیداوار کے درمیان انجام پاتی ہے اس کو عملی تقسیم (Functional Distribution) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض عوامل کو زیادہ حصہ مل جاتا ہے اور بعض کو کم۔ اسی طرح عوامل کے درمیان فقر و غناء کی خندق وسیع ہوتی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ معاشرہ کے بعض وہ افراد جو پیداواری عمل میں کسی وجہ سے حصہ لینے سے معذور رہتے ہیں وہ تقسیم اول کے وقت بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے ذاتی تقسیم (Personal Distribution) یا اعادۂ تقسیم (Redistribution) پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اسلام نہیں چاہتا کہ دولت و ثروت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے۔ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنكُمْ (سورۃ الحشر/۷) اس کے لیے اس نے مختلف احکام دیے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- زکاۃ کا نظام

زکاۃ اسلام کا دوسرا اہم رکن ہے جو کچھ شرائط کے ساتھ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ رکن اعادہ تقسیم کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے کیونکہ ٹیکس کے بالمقابل اس کی آمدنی پوری کی پوری فقراو

مساکین اور مال کے لیے محتاج لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ زکاۃ کے احکام کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہاں بھی قرآن نے تقسیم پر زیادہ توجہ دی ہے چنانچہ اس کے مستحقین کو سورہ توبہ آیۃ ۶۰ میں گنا دیا ہے۔ لیکن کن اموال پر یہ واجب ہوگی، کیا نصاب ہوگا، اس کی تفصیلات کلام نبوت پر چھوڑ دیا ہے۔ جو احادیث کے کسی مجموعہ سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

۲- نظام وراثت

قرآن نے سورۂ نساء میں بڑی تفصیل سے احکام دیے ہیں کہ کوئی شخص جو ترکہ چھوڑ کر مرے تو کس طرح اسے اس کے اقربا و رشتہ داروں میں تقسیم کردیا جائے خواہ یہ ترکہ تھوڑا سا ہو یا بہت زیادہ (ملاحظہ ہو سورہ نساء آیات ۷-۱۴) اسی طرح تقسیم وراثت سے بھی ایک جگہ چھوڑی ہوئی دولت کے کئی ہاتھوں میں پہنچ جانے سے ایک طرف اس کا ارتکاز ختم ہوجاتا ہے تو دوسری طرف اس سے مرنے والے کے بہت سے رشتہ داروں کی مدد ہوجاتی ہے۔ اس میں عورت و مرد دونوں کے حصے رکھے گئے ہیں گو کہ عورتوں پر کوئی مالی ذمہ داری نہ ہونے کی وجہ سے عموماً ان کا حصہ مرد کا نصف رکھا گیا ہے جو معاشی عدل کے عین مطابق ہے۔ اسلام کے اس نظام وراثت کا دوسری قوموں کے قوانین سے تقابل کیا جائے تو قرآنی معاشی نظام کی خوبیاں مزید اجاگر ہوجائیں گی۔ دوسری قوموں میں جہاں ولد اکبر ہی کو وارث مانا گیا ہے وہاں ایک امیر کبیر کے مرنے کے بعد اس کی جگہ دوسرا لے لیتا ہے اور بقیہ اولاد اپنی اسی پرانی حالت پر باقی رہتی ہے اور جہاں عورتوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہے اس کی خرابی کا تو ذکر ہی کیا۔

۳- مال غنیمت

اموال غنیمت کا ۴/۵ حصہ جنگ میں شریک لوگوں کا حصہ بتایا گیا ہے اور پانچواں حصہ (خمس) کو اللہ و رسول کے حصے کو سرکاری کاموں میں خرچ کرنے کے ساتھ بڑا حصہ معاشرہ کے کمزور طبقات میں خرچ کرکے ان کی حالت میں سدھار لایا جائے گا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ...... (الانفال/۴۱)

۴-اموال فئی

مال غنیمت سے ملتا جلتا مال فئی بھی ہے فرق یہ ہے کہ مال غنیمت واقعی جنگ کے بعد حاصل ہوتا ہے اس لیے اس کا بڑا حصہ فوجیوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور صرف ایک حصہ بیت المال کو پہنچتا ہے۔ لڑائی کی نوبت آئے بغیر جو مال دشمن سے حاصل ہوتا ہے اس کے لیے فئی کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ سورہ حشر میں ہے: مَا أَفَاءَ اللَّهُ..... (سورۃ حشر/۷-۱۰)

مال غنیمت کے خمس کی طرح مال فئی سے بیت المال کے عمومی مصارف کے علاوہ خاص طور پر سماجی کفالت کے مستحقین پر خرچ کیا جائے گا۔ ان کے علاوہ آنے والی نسلوں کا خیال بھی کیا جائے گا۔ یہ بات واضح ہے کہ اموال غنیمت اور فئی کا حصول اور ان کی تقسیم مخصوص حالات ہی میں وقوع پذیر ہونگی۔

۵-مالی کفارات

قرآن نے بعض شرعی احکام کی خلاف ورزیوں پر کفارے کی مختلف شکلیں تجویز کی ہیں جن میں ناداروں کو کھانا کھلانا یا کپڑے مہیا کرنا بھی شامل ہے۔ مثلاً پختہ قسموں کو توڑنے پر دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا۔ (سورۃ المائدۃ/۸۹)، ظہار کرنے پر ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا (سورۃ المجادلۃ/۳-۴)، اسی طرح کا فدیہ جان بوجھ کر بلا عذر رمضان کا روزہ توڑ دینے پر مقرر کیا گیا ہے (سورۃ البقرۃ/۱۸۴)، حج میں بعض غلطیوں کے ارتکاب پر دم دینے کا فدیہ (سورۃ البقرۃ/۱۹۶، سورۃ المائدۃ/۹۵)۔

۶-اپنے قریبی رشتہ داروں پر نفقات واجبہ وغیر واجبہ (سورۃ البقرۃ/۲۱۵)

۷- وصیت کا قانون (البقرۃ/۱۸۰)، وقف کی ترغیب (آل عمران/۹۲)، نذر (سورۃ البقرۃ/۲۷) اور صدقات نافلہ وغیرہ بھی اعادہ تقسیم کے مختلف ذرائع ہیں۔ ان میں بعض کی تنہا اہمیت شاید بہت زیادہ نہ ہو لیکن مجموعی طور پر ان کے اثرات بڑے دوررس ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا وہ احکام ہیں جو تقسیم دولت یا مالداروں اور ناداروں کے درمیان فرق کو کم

کرنے کے لیے دیے گئے ہیں انھیں ہم مثبت احکام یا تدابیر (Positive Measures) کہہ سکتے ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن میں کچھ معاملات سے منع کیا گیا ہے جو تقسیم کے نظام کو خراب کرنے والے ہیں، یا جو فقراء و اغنیاء کے درمیان فرق کو بڑھانے والے ثابت ہو سکتے ہیں ان کو ہم امتناعی تدابیر یا (Preventive Measures) کہہ سکتے ہیں اس طرح کے احکام کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱-سود

سرمایہ اور محنت دونوں ہی پیداوار کے ضروری عوامل ہیں اس لیے انصاف کا تقاضا ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ ہو، اگر ایک کا نفع متعین نہیں ہے تو دوسرے کا نفع بھی متعین نہ ہو۔ ایک خسارہ سے دوچار ہوسکتا ہے تو دوسرا بھی خسارہ برداشت کرے، لیکن سودی عمل میں سرمایہ دار اپنا یقینی طے شدہ حصہ لے کر الگ ہو جاتا ہے اس کو اسی بات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس سرمایہ سے کوئی پیداوار ہوئی یا نہیں ہوئی۔ کوئی نفع ہوا یا نقصان ہوا۔ یہ چیز قرآن کی نظر میں ظلم ہے، لاتَظْلِمُوْنَ وَلاَ تُظْلَمُوْن (سورۃ البقرۃ/۲۷۹) (نہ تم ظلم کرو تو تم پر کوئی ظلم ہو) سودی نظام امیر و غریب کے درمیان خلیج کو بڑھانے والا ہوتا ہے اس لیے قرآن نے اس کو سختی سے منع کیا ہے۔ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبَا ...... الآیۃ (البقرۃ/۲۷۸-۲۸۰) (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہیں اپنا اصل مال لینے کا حق ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو اس کی آسودگی تک اسے مہلت دو۔ اور اگر معاف کردو تو یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے اگر تم جانو)۔

۲-قمار

اسی طرح بخت و نصیب کے نتیجے میں ہونے والی آمدنی یا خسارہ بھی تقسیم کے نظام کو

سبوتاژ کرنے والا ہے چنانچہ قمار کی تمام شکلوں کو قرآن نے منع کر دیا ہے۔ یَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ ...... (المائدۃ/۹۰) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر (یا پانسے) تو گندے شیطانی کام ہیں، سو ان سے پرہیز کرو)۔

۳- اکل المال بالباطل (باطل طریقے سے کسی کا مال کھانا)

مذکورہ بالا دو ممنوع طریقوں کے علاوہ قرآن نے کچھ دوسرے طریقوں سے بھی منع کیا ہے۔ جو ناجائز طور پر اپنی دولت وثروت بڑھانے کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ان سب کے لیے قرآن نے ایک جامع اصطلاح "اکل المال بالباطل" (سورۃ البقرۃ/۱۸۸، سورۃ النساء/۲۹) ''حرام طریقے سے مال کھانا'' استعمال کیا ہے۔ اس کے جن اعمال کا قرآن نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

رشوت (سورۃ البقرۃ/۱۸۸)

چوری اور ڈاکہ (المائدۃ/۳۳، ۳۸)

غبن اور خیانت (البقرۃ/۲۸۳، آل عمران/۱۶۱)

ناپ تول میں کمی (المطففین/۱-۳، ھود/۸۵)

مال یتیم میں بیجا تصرف (النساء/۱۰)

ظالمانہ ذخیرہ اندوزی (التوبۃ/۳۴، الھمزۃ/۱-۴، آل عمران/۱۸۰)

بے حیائی کو فروغ دینے والے کاروبار (النور/۱۹، ۳۳؛ لقمان/۶)

قرآنی معاشی حل کی خصوصیات

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا معاشی مسائل انسان کے ساتھ شروع سے وابستہ رہے ہیں اور انسان نے ہر دور میں انھیں حل کرنے کی کوشش کی ہے، کبھی اس نے اس کا یہ حل نکالا کہ معاشی ضرورتوں ہی سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرلیا جائے۔ یا انھیں ممکن حد تک کم کر دیا جائے۔ اس کے لیے اس نے سنیاس اور رہبانیت ایجاد کی۔ اسلام کی نظر میں فرار پر مبنی یہ معاشی حل کوئی مثبت

چیز نہیں ہے چنانچہ **لا رھبانیة فی الاسلام** کا اعلان کرکے اس کی جڑ ہی کاٹ دی، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ......الآیۃ (سورۃ الحدید/۲۷)

ایک اور حل انسان نے خاندانی روایت وتقلید کی شکل میں تجویز کیا کہ جو جس خاندان میں پیدا ہوا ہے اسی خاندان کے پیشے کو اختیار کرے اور تقسیم کے جو اصول روایۃً چلے آرہے ہیں ان کے مطابق پیداوار کو تقسیم کرے۔ اسلام کی نظر میں معاشی مسائل کا یہ قطعاً کوئی حل نہیں ہے۔ اس نے تو خاندان اور قبیلے اس لیے بنائے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کو جان پہچان سکیں نہ کہ ان کے معاشی وظائف کو طے کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا**...... (سورۃ الحجرات/۱۳)

کبھی انسان نے اس مسئلہ کو یوں حل کرنے کی کوشش کی کہ ساری چیزوں کا اختیار حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ انسان کیا اور کیسے پیدا کرے اور اسے کس طرح تقسیم کرے اس کو اس کی صوابدید پر چھوڑنے کے بجائے صاحب اقتدار خود اس مسئلہ کو اپنی قوت واپنے حکم سے طے اور نافذ کرے۔ اسی معاشی حل کے تحت انسان مجبورِ محض بن کر رہ گیا۔ اس نے اس کی آزادیٔ عمل اور کارکردگی کو اس طرح متاثر کیا کہ اس کے تحت پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا جس سے معاشی مسئلہ اور سنگین ہوگیا۔

اس کے بالمقابل معاشی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے انسان نے ایک دوسرا راستہ مکمل اور مطلق آزادی کا اختیار کیا کہ ہر شخص جو چاہے اور جیسے چاہے پیداواری عمل میں شریک ہو اور جیسے چاہے اسے تقسیم کرے۔ اس حل کے تحت طاقت ور نے کمزور کو دبا دیا۔ فقراء واغنیاء کے درمیان خلیج بڑھتی گئی، معاشی قوت وثروت چند ہاتھوں میں مرکوز ہوکر رہ گئی اور عوام کی اکثریت اپنی حاجت برآری کے لیے ویسے ہی پریشان رہی جیسے پہلے تھی۔

عصر حاضر میں مختلف ممالک اور خطوں میں انسانوں نے آخر الذکر دونوں حل اپنا کر دیکھے اور کسی نہ کسی شکل میں اب بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ لیکن اکثر ممالک ان دونوں معاشی نظاموں کو ساتھ ساتھ استعمال کر رہے ہیں اور اسے مخلوط نظام معیشت کا نام دیتے ہیں۔ ان کا کہنا

ہے کہ ہم کسی ایک انتہا پر رہنے کے بجائے ایک درمیانی راستہ اپناتے ہیں اور جہاں جو رویہ مناسب ہے اس کو کام میں لاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی معیشت میں بھی اعتدال برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے اور یہ نظام بھی انسانوں کے معاشی مسائل کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہے کیونکہ اپنی فکر و اساس اور اغراض و مقاصد کے اعتبار سے یہ حل بھی ان دو عناصر سے مختلف نہیں ہے جن سے یہ مرکب ہے۔۵ یہ سارے حل انسانی ذہن کی اختراع ہیں اور تجربہ وخطا (Trial and error) کے اصول پر مبنی ہیں۔ ان کے طریقے ایک دوسرے سے چاہے جتنے بھی الگ ہوں، بھلے جدا ہوں مگر نصب العین سب کا ایک ہے یعنی مادی خوش حالی، ان کا مطمح نظر بس یہی دنیائے فانی ہے۔ ان مروّجہ معاشی نظاموں کے بالمقابل قرآن کے معاشی حل کی ایک وجہ امتیاز یہ ہے کہ اس کے اصول ومبادی ہدایات ربانی قرآن وحدیث سے مأخوذ ہیں۔

عقلِ مومن ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتی ہے۔ یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ ایسا حل خودغرضی، ظلم اور استحصال سے پاک ہوگا۔ قرآنی حل اعلیٰ انسانی واخلاقی قدروں سے عبارت ہے۔ جب کہ دوسرے دنیاوی معاشی نظام اخلاقی قدروں سے بے جوڑ یا بے نیاز ہوتے ہیں۔ ان کی انہی خرابیوں کی وجہ سے آج بہت سے مفکرین معاشی اعمال میں اخلاقی قدروں کی شمولیت کی پرزور وکالت کرنے لگے ہیں۔ قرآن کے معاشی حل میں حلت و حرمت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے چیزیں حلال کی ہیں۔ واحل لکم الطیبات۔ ان کو فروغ دیا جائے گا اور بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ ان سے اجتناب کیا جائے گا۔ اس کے برعکس دیگر نظاموں میں معاشی افادیت ہی معیار ہوتی ہے مثلاً اگر شراب کی پیداوار سے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے تو اس کی پیداوار کو بے دریغ بڑھاوا دیا جاتا ہے، اس کے اخلاقی وطبی نقصانات کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

قرآن کی نظر میں انسان اپنے مال و دولت کا مالک مطلق نہیں ہے بلکہ مال و دولت اس کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے۔ وہ مالک حقیقی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ......الآیۃ (سورۃ الحدید/۷)

(اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خرچ کرو اس میں سے جس کا اللہ نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے، پس جو ایمان لائیں گے اور خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے)

استخلاف کا یہ تصور اس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ اس میں مالک حقیقی کے حکموں کا پابند ہو اور اس کے اندر دوسروں کے حقوق کو پہنچائے۔

قرآن کا پیش کردہ معاشی حل اعتدال و توازن پر مبنی ہے۔ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان/۶۷)۔ سورۃ القصص/۷۷ میں فرمایا وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ......الآیۃ (سورۃ القصص/۷۷)

قرآن نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ نہ تو خرچ سے اس طرح ہاتھ کھینچ لیں کہ سب کے ہدف ملامت بنیں اور نہ ہی اسے بے لگام چھوڑ دیں کہ انجام کار عاجز و درماندہ ہو کر بیٹھ رہیں:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (سورۃ الاسراء/۲۹)

قرآن کے معاشی حل میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے پیش نظر فلاح دارین ہوتی ہے۔ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا...... الآیۃ (سورۃ القصص/۷۷) قرآن کی نظر میں یہ دنیوی زندگی ایک عرصہ امتحان ہے یہ آزمانے کے لیے کہ کون اپنے عمل میں بہتر ہے۔ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا، (سورۃ الملک/۲) اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جو ابدی ہے۔ اس طرح قرآن نے معاش کو معاد کے ساتھ اور معاشی زندگی کو دینی و روحانی زندگی سے جوڑ دیا ہے۔ اسلام کے نظر میں معاشی تگ و دو بھی عبادت ہے۔ لیکن پورے اسلامی نظام کے ساتھ نہ کہ اس سے کٹ کر۔ معاشی مسئلہ کا حل مکمل اسلام کی اتباع پر منحصر ہے۔ ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (سورۃ البقرۃ/۲۰۸) (پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ) قرآن کا مطالبہ ہے اور اسی پر ہر طرح کی کامیابی موقوف ہے۔ وباللہ التوفیق۔

حواشی وملاحظات

۱؎ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں سورۃ البقرہ، آیات ۳۱-۳۹، سورۃ الاعراف ۱۱-۲۷، الانبیاء۱۱۶-۱۲۷۔

۲؎ راقم سطور کے نزدیک اسلامی تعلیمات کے بنیادی مآخذ قرآن وسنت ہیں پھران کے بعد ان کے تابع عقل سلیم ہے۔اجتہاد، قیاس، استحسان، استصلاح سب استعمال عقل کے مختلف مظاہر ہیں۔

۳؎ الغزالی، ابوحامد، احیاءعلوم الدین، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ، ۱۹۶۷، جلددوم، صفحہ ۱۰۶

۴؎ بعض لوگوں نے تین عوامل پیداوار زمین، محنت اور سرمایہ اور بعض نے صرف محنت وسرمایہ قرار دیے ہیں۔ کچھ نے ان کی تعداد چار سے زیادہ بھی بتائی ہے اس میں توانائی اور ٹکنالوجی کو بھی شمار کیا ہے۔ بہر حال یہ سارے وسائل خالق کائنات ہی کے پیدا کردہ ہیں۔ .... (ابراہیم/۳۴) (اس نے وہ سب تمہیں عطا کیا جوتم نے اس سے مانگا۔ اگرتم اس کی نعمت کوشمار کرنا چاہوتو کرنہیں سکتے ...)۔

۵؎ انگریزی زبان میں ان مروجہ نظاموں پر بے شمار تنقیدی لٹریچر موجود ہے۔ اردو میں مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب سرمایہ داری اور اشتراکیت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۹۱ء، اور ان کی کتاب اسلام اور جدید معاشی نظریات، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۶؎ بعض حضرات نے ''الاعجاز الاقتصادی فی القرآن'' کے موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں تکلف سے کام لیتے ہوئے قرآن کی متفرق معاشی تعلیمات کی وجہ اعجاز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن کا اقتصادی معجزہ اس کی الگ الگ معاشی تعلیمات کے بجائے وہ مکمل معاشی نظام ہے جو اس نے پیش کیا ہے، اس طرح کا نظام کوئی انسانی ومادی ذہن پیش کرنے سے قاصر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆